تذکرہ محدثین

حضرت مولانا حافظ محمد بنیامین صاحب
شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ اور ان کی الجامع الصحیح

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

محدثین کرام اپنی پوری عرق ریزی خلوص محنت۔ دیانت اور زندگیوں کو کھپاکر دین خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی جو خدمات سرانجام دیں ہیں۔ وہ دنیا بھر میں ایک مثالی اور فقید المثال کارنامہ ہے۔ اور وہ ایک ایسا مینار نور ہے جو تاقیامت گم گشتہ راہ لوگوں کو روشنی مہیا کرتا رہے گا۔ محدثین نے حدیث کی جانچ پڑتال اور جرح و تعدیل میں ایسے پیمانے قائم کر دیے کہ آج تک کوئی ان سے اختلاف نہ کر سکا۔ خصوصاً صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنی جانفشانی اور شب و روز کی محنت سے حدیث کو اس طرح مرتب فرمایا۔ کہ آج وہ اسلام کی صداقت کا امتیاز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعجاز ہے۔ ہم ترجمان الحدیث، فکر محدثین کو اجاگر کرنے کے لیے تذکرہ محدثین کے عنوان سے ایک مستقل عنوان شروع کر رہے ہیں جس کا آغاز حالیہ شمارے سے ہو چکا ہے۔ ہمارے فاضل دوست مشہور مدرس ممتاز عالم حضرت مولانا حافظ محمد بنیامین صاحب شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن نے اس عنوان سے مستقل طور پر اپنی رشحاتِ قلم مرتب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہم ان کے شکریے کے ساتھ ان کے رشحاتِ فکر کو شائع کر رہے ہیں۔ اور دیگر اہل علم کو بھی اس عنوان سے دادِ سخن دینے کی دعوت دیتے ہیں۔

ادارہ

انسان کی نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ اور وہ ہیں۔ کتاب و سنت اور حقیقت میں دونوں وحی الٰہی ہیں۔ متلو اور غیر متلو کے لحاظ سے فرق ہے۔ ایک متن ہے۔ دوسری تشریح ہے۔ یہی عین اسلام ہے۔ اور یہی میعارِ حق اور میزانِ عدل ہے۔ اوّلین اور آخرین کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم کے بعد و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ تاقیامت اسی حق کو قبول کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وحیِ الٰہی تاقیامت محفوظ رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس

کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ میں اس کی حفاظت کروں گا جیسے قرآن مجید کے متعلق وعدہ فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون اسی حدیث پاک کی حفاظت کا ثم اِنّ علینا بیانہٗ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ اسی لیئے مسلمان کے لیئے ضروری ہے۔ کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ وحی الٰہی کی دونوں صورتیں آج بھی اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح زمانہ نبوت میں تھیں۔ کیونکہ ان کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیئے ایسے انسان پیدا کیئے جنکی کی مثال پہلی امتوں میں نہیں ملتی ہے۔ نحن خلقنا امۃً یھدون بالحق وبہ یعدلون صحابہؓ میں حفاظ قرآن ہی نہیں بلکہ ابوہریرہؓ جیسے بڑے بڑے حفاظ حدیث بھی پائے جاتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ جیسے جو حدیث کی حفاظت کتابت سے کرتے تھے۔ اور عبد اللہ عمرؓ بن رواح جیسے جو حدیث کو عمل کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وقت سے صحابہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خیال کر دیا تھا۔ اور بعض صحابہ کی محبت کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا کہ اگر دنیا سے بالفرض اس دینِ کامل کو اٹھا کر کوئی اوج ثریا تک بھی پہنچ جائے۔ تو سلمانؓ فارسی کی نسل کے انسان وہاں سے بھی پکڑ کر دنیا کے سامنے رکھیں گے۔ اور آج جس شخصیت کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ وہ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسے سلمان فارسیؓ مجوسی فارسی خاندان سے تھے۔ اسی طرح امام بخاری بھی مجوسی فارسی خاندان سے ہیں۔ امام بخاری نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن برزبہ اور برزبہ مجوسی تھا۔ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا مصداق بخاری ہیں۔

بخاری اس وقت کی ضرورت تھے۔ جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قرآن وحدیث کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کے اسباب پیدا کرنے والے ہیں صحابہ کرامؓ میں جہاں حفاظ قرآن زید بن ثابتؓ ابوزیدؓ اور ابی بن کعبؓ جیسے پیدا کیئے۔ وہاں حفاظ حدیث عبد اللہؓ بن عمروؓ، ابوہریرہؓ، اور عبد اللہؓ بن عمرؓ جیسے بھی پیدا کیئے۔ اور ان کو محیّر العقول حافظے عطا کیئے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ میرے لیئے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے۔ میں کوئی چیز نہیں بھولا ہوں۔ اسی طرح تابعین کے دور میں سالمؒ بن عبد اللہؒ اور عروہؒ بن زبیرؒ جیسے محافظِ حدیث اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے۔ اور اس دور میں خلیفہ عمرؒ بن عبد العزیزؒ کے دل میں وہی خیال اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا۔ جو خلافتِ صدیقی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے لیئے عمرؓ فاروق کے دل میں پیدا کیا تھا۔ عمر بن عبد العزیز ان کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے امام زہری جیسے جلیل القدر انسانوں کو کتابت حدیث اور حفاظتِ حدیث کا حکم فرمایا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہر دور میں اسی طرح ثابت ہو جس طرح دورِ اوّل میں تاکہ حدیث کا سورج ہر دور میں روشن رہے۔ یہاں تک کہ آئمہ کا دور آگیا۔

اس دور میں بڑے بڑے فتنے کھڑے ہو گئے تھے۔ معتزلہ خوارج شیعہ اور مقلدین نے صرف احادیث کا انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ وہ قرآن کے انکار تک پہنچ چکے تھے۔ اور نام نہاد محدث حدیث کے امام بن بیٹھے تھے۔ ایک محدث کے متعلق امام عامر شعبیؒ نے ذکر کیا ہے۔ کہ مجھے جب عبدالملکؒ نے بلایا تو میں اس کے پاس جا رہا تھا کہ تدمر کے مقام پر نماز کا وقت ہو گیا میں جامع مسجد گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا محدث یہ حدیث بیان کرتا ہے۔ دو صور ہوں گے۔ جن میں اسرافیل دو دفعہ پھونک ماریں گے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے جلدی نماز کو ختم کیا۔ اور محدث سے کہا کہ قرآن مجید نے ایک صور کا ذکر کیا ہے۔ ونفخ فی الصور اور اس میں دو پھونک ماریں گے اس نام نہاد محدث نے مجھے کہا کہ میں فلاں سے بیان کرتا ہوں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا ہے کہ دو صور ہوں گے۔ اور تو اس کا انکار کرتا ہے۔ اسی وقت اس نام نہاد محدث نے جوتا اُتارا۔ اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔ اس کی جماعت نے بھی مجھے جوتوں سے مارا۔ اور کہنے لگے۔ کہ تسلیم کرو کہ دو صور ہیں۔ شعبی کہتے ہیں میں نے جان کی خاطر کہا کہ دو صور ہیں انہوں نے کہا تین مانو میں نے کہا مان لیا یہاں تک کہ انہوں نے تیس صور مجھ سے منوا کر چھوڑا۔ جب میں عبدالملک کے پاس پہنچا تو عبدالملک نے کہا کہ اپنی زندگی کا کوئی عجیب واقعہ سناؤ میں نے یہی واقعہ ان کو سنایا۔ کہ آپ کے دور میں مسند حدیث پر کس قسم کے انسان جلوہ فروز ہیں۔ عبدالملک یہ سن کر بہت ہنسا اور ساتھ ہی فقدانِ علم پر آنسو بہاتے ایک محدث فہم حدیث میں اپنے آپ کو اعلیٰ مقام پر سمجھتا تھا۔ اور نماز تو وضو کر کے پڑھتا تھا۔ لیکن جب وتر کا وقت ہوتا تو استنجا کرتا اور پھر بغیر وضوء کے وتر ادا کرتا۔ کسی نے ایک دن ان سے پوچھ لیا۔ کہ یہ آپ نے کہاں سے استدلال کیا ہے۔ کہ استنجا کر کے وتر پڑھے جائیں اس محدث نے بڑے فاخرانہ انداز میں جواب دیا۔ کہ آپ نے بخاری شریف نہیں پڑھی ہے۔ اس میں حدیث صریح موجود ہے۔ کہ من استجمر فلیوتر کہ جو استنجا کرے وہ وتر پڑھے۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے

ذوامل الاشعار لاعلم عندهم   یجیدها الاکعلم الاباعر

لعمرو ما یدری البعیر اذا غدا   باحماله اوراح مافی الغرائر

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کی حفاظت کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیئے ایک مثالی جماعت محدثین کی پیدا کی جن میں احمد بن حنبلؒ وہ محدث ہیں جن کو سات لاکھ پچاس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں اور ابو زرعہؒ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے قسم کھائی کہ میری

بیوی کو طلاق ہو اگر ابو زرعہؒ کو ایک لاکھ حدیث یاد نہ ہو، ابو زرعہؒ سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے مجھے تین لاکھ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں۔ اسی محدثین کے گروہ میں امام مسلمؒ، ابو داؤدؒ، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ دین کے لیئے پیدا کیا اور امام مالک بھی اسی گروہ کے شہابِ ثاقب ہیں، جنہوں نے صحیح احادیث میں سب سے پہلے مؤطا لکھی۔ لیکن اس مثالی گروہ میں جو شہرت اور عظمت امام بخاری کو ملی وہ کسی کے لیئے مقدر نہ ہو سکی۔ وہ قرآن و حدیث کے آسمان کے آفتاب اور ماہتاب تھے۔ شاعر نے خوب کہا۔

مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظراء مثلہ

امام بخاریؒ کا اسم گرامی محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ کنیت ابو عبداللہ ہے۔ جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں بخاری شہر میں پیدا ہوئے۔ بردزبہ فارسی میں کسان کو کہتے ہیں۔ یہ مجوسی تھے۔ ان کے بیٹے مغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اسی وجہ سے بخاری کو جعفی کہا جاتا ہے۔ اصل میں بخاریؒ اس قبیلہ سے نہیں تھے۔ مغیرہ کے بیٹے ابراہیم کے متعلق ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کے کوئی تفصیلی حالات نہیں ملتے ہیں لیکن ان کے بیٹے اسماعیل کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔ جو حماد بن زید اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری کے والد جو بہت بڑے محدث بھی ہیں۔ جب ان کو موت آئی تو فرمانے لگے کہ میں نے اپنے ترکہ میں ایک درہم بھی مشکوک نہیں چھوڑا ہے۔ اس لیئے فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ترکہ میں کوئی شبہ حرام نہیں ہے۔ امام بخاریؒ چھوٹی عمر میں ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انہوں نے اپنی ماں کی گود میں پرورش پائی۔ غنجار نے تاریخ بخاری میں ذکر کیا ہے کہ بخاری کی نظر بچپن میں چلی گئی تھی۔ بخاری کی والدہ بہت بڑی عابدہ اور زاہدہ تھی۔ اپنے بچے کی نظر کے لیئے دعا کیا کرتی تھی۔ یہ ان کی کرامت تھی۔ کہ ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ فرما رہے ہیں بخاری کی والدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے کی نظر واپس کر دی ہے۔ اور تیری دعا کو قبول فرما لیا ہے۔ جب اپنے بچے کو اس بشارت کے بعد دیکھا تو بخاری کی نظر واپس آچکی تھی۔ امام بخاری بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس خداداد نظر میں اتنی تیزی تھی۔ کہ میں نے تاریخ کبیر کو چاند کی چاندنی میں لکھا ہے۔

شوقِ حدیث

بخاری کے بارے میں وراق ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ خود بخاری فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دس سال کی عمر میں مجھے حفظِ حدیث کا شوق پیدا کر دیا تھا بخاری کہتے ہیں کہ میں حدیث کے لیئے علامہ داخلی کے درس میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن علامہ داخلی نے شاگردوں

سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم سند بیان کر رہے تھے میں نے کہا ابوالزبیر نے ابراہیم سے کوئی روایت نہیں کی علامہ داخلی نے مجھے زجر اور ڈانٹ پلائی میں نے کہا آپ اپنی اصل کی طرف کی طرف رجوع کریں۔ علامہ داخلی نے جب گھر جا کر اپنی اصل کو دیکھا۔ ہم لکھ لیتے تھے۔ اور بخاری لکھتے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ سولہ دن گزر گئے۔ تو ہم نے بخاری کو ملامت کی بخاری نے جب ہماری شدت کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اپنی کتب جو تم نے لکھی ہیں وہ سامنے رکھو۔ سولہ دن میں جتنی احادیث ہم نے ہم نے لکھی تھیں وہ سب بخاری نے ہمیں زبانی سنادیں اور اس سے زائد پندرہ ہزار احادیث بھی بیان کردیں اور یہ سب آپ کو زبانی یاد تھیں اور ان کے بیان کے ساتھ ہم نے اپنے مسودات درست کیے۔ ابوبکر بن العیاش نے کہا ہے ہم نے بخاری سے اس وقت احادیث کو لکھا جب آپ امرد تھے۔ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ اس وقت بخاری کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ محمد بن ازہر سجستانی کہتے ہیں میں سلیمان بن حرب کی مجلس میں تھا اور بخاری ہمارے ساتھ سنتے تھے لیکن بخاری لکھتے نہیں تھے۔ ہمارے بعض سے سوال کیا گیا کہ بخاری لکھتے ہیں اس نے کہا بخاری واپس جا کر یہ سب احادیث اپنے حافظہ سے لکھ لیں گے۔ محمد بن ابی حاتم وراق بخاری نقل کرتے ہیں کہ بخاری کہتے ہیں میں علامہ فریابی کی مجلس تھا کہ انھوں نے حدثنا سفیان عن ابی عروہ عن ابی الخطاب عن ابی حمزہ سند کو ذکر کیا، فوق سفیان جو رجال ہیں ان کو ملامذہ میں سے کسی نے بھی نہ سمجھا۔ بخاری کہتے ہیں۔ میں نے ان کو کہا ابوعروہ وہ معمر بن راشد ہیں، ابوالخطاب وہ قتادہ بن دعامہ اور ابوحمزہ انس بن مالک ہیں۔ سفیان ثوری کی عادت ہے کہ وہ مشہور رواۃ کو کنیت سے بیان کرتے ہیں۔ تو اپنی غلطی کو محسوس کر کے واپس آکر بخاری کو کہا کیف ھو یا غلام اے بچے سند کیسے ہے؟ میں نے کہا ھو الزبیر ھو ابن عدی عن ابراھیم۔ علامہ داخلی نے قلم پکڑ کر اپنی کتاب کو درست کیا اور مجھے کہا بیٹا آپ نے سچ کہا ہے۔ بخاری کو ایک آدمی نے پوچھا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ بخاری نے کہا میری عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی۔ بخاری کہتے ہیں جب میری عمر سولہ سال کو پہنچی تو میں نے اس عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتب کو یاد کر لیا تھا۔ اور اصحاب الرائے کے کلام کی معرفت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد میں اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ بخاری نے کہا جب میں اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچا تو میں نے کتاب قضایا الصحابہ والتابعین تصنیف کی۔ پھر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس چاندنی راتوں میں تاریخ کو تصنیف کیا اور بخاری کہتے ہیں جن رجال کو میں نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے ہر ایک کے متعلق ایک قصہ ان کی زندگی کا مجھے یاد ہے، لیکن طوالت

کتاب کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

رحلتِ علمی

پہلا سفر رحلتِ علمی کے لیے ۲۱۰ھ میں شروع کیا فرماتے ہیں میں شام مصر اور جزیرہ میں دو دفعہ داخل ہوا ہوں اور بصرہ میں چار دفعہ اور حجاز میں چھ سال۔ کوفہ اور بغداد کے محدثین کے پاس بے شمار دفعہ داخل ہوا ہوں۔ حاشد بن اسماعیل نے کہا۔

جودتِ ذہن

بخاری ہمارے ساتھ مشائخ بصرہ کی مجلس میں داخل ہوئے تھے اور اس وقت ان کی نوجوانی کی عمر تھی۔

ابو احمد بن عدی الحافظ کہتے ہیں کہ میں نے بغداد کے کئی مشائخ کو سنا وہ کہتے تھے جب بخاری بغداد میں آئے اور اصحاب الحدیث نے سنا یہ وہ جمع ہو گئے اور بخاری کے حافظہ کا امتحان لیا۔ انھوں نے ایک سو حدیث کے متون اور اسانید کو بدل دیا اور دس آدمیوں سے ہر ایک کو تبدیل شدہ دس دس احادیث دے دیں اور بخاری سے انھوں نے ایک مجلس کا وعدہ لیا کہ اس میں وہ پیش کریں گے اس مجلس میں جب بخاری تشریف لے آئے تو ایک آدمی نے ان دس احادیث کو پیش کیا۔ بخاری نے کہا لا اعرفہ۔ دس آدمیوں کو بخاری نے یہی جواب ہر تبدیل شدہ حدیث پر دیا۔ مجلس کے علماء ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ بخاری عاجز آ گئے ہیں اور بعض نے کہا کہ بخاری سمجھ گئے ہیں۔ پھر بخاری نے پہلے آدمی کو بلا کر کہا کہ میری پہلی مقلوب حدیث اس طرح تھی۔ اسی طرح اس کی دس حدیثیں اسی ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیں جس طرح اس نے بیان کی تھیں اور ساتھ ہی ان کی تصحیح بھی کر دی۔ اسی طرح ہر ایک کو دس دس احادیث اسی ترتیب سے ان کو سنا دیں جس ترتیب سے انھوں نے سنائی تھیں۔ ابن حجر کہتے ہیں خطا کو صواب کی طرف رد کرنے میں بخاری کے حافظہ کا اتنا تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ حافظ حدیث تھے۔ انتہائی تعجب اس بات پر ہے کہ انھوں نے خطا والی ترتیب کو بھی ایک دفعہ سے اسی طرح بیان کر دیا۔ ابو ازہر نے کہا ہے سمرقند میں چار سو بہت بڑے محدث تھے جنھوں نے اتفاق کر کے بخاری کو مغالطہ دینے کی کوشش کی۔ انھوں نے اسناد شام اسناد عراق میں داخل کیا اور اسناد عراق کو اسناد شام میں داخل کیا اور اسناد حرم کو اسناد یمن میں داخل کیا لیکن مغالطہ دینے میں بڑی کوشش کے بعد بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے اور ایک اسناد میں بھی بخاری کی خطا پر مواخذہ نہ کر سکے۔ غنجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ جامع مسجد میں تھا کہ ایک منادی یا اھل العلم لقد قدم محمد بن اسماعیل بخاری کی صدا دیتا تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ بخاری کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جوان تھے۔

داڑھی میں سفیدی نہیں تھی۔ ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے املا کے لیے ایک مجلس کے انعقاد کا سوال کیا۔ بخاری نے قبول کر لیا۔ منادی نے مجلس بھی اعلان کر دیا کہ کل فلاں مقام پر مجلس کا انعقاد ہوگا۔ حفاظ اور محدث اس مجلس میں شریک ہوئے۔ کئی ہزار کی مجلس میں بخاری نے کہا میں جوان ہوں اور تم نے حدیث کے متعلق مجھ سے سوال کیا۔ بخاری نے کہا میں آج تمھارے شہر رواۃ کی وہ احادیث بیان کروں گا جو تمھارے پاس پہنچی نہیں ہیں۔ لوگوں نے بہت تعجب کیا اور بخاری نے ان احادیث کو سامنے رکھا جو ابھی تک ان کے پاس پہنچی نہیں تھیں ان کو سن کر وہ حیران رہ گئے۔

حافظہ بخاری کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ ان کے وراق کہتے ہیں بخاری کو میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے آج رات میں اس وقت تک نہیں سویا تھا جس وقت تک میں نے اپنی تصانیف کی دو لاکھ احادیث شمار نہیں کر لی تھیں اور فرماتے ہیں اگر میرے لیے کوئی خواہش پوری کرنے کو کہا جائے تو میں اس کے پورا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ صرف نماز کے متعلق دس ہزار احادیث بیان کر لوں۔ ان کے وراق کہتے ہیں کہ آپ اپنی تمام تصانیف کی احادیث یاد رکھتے ہیں۔ بخاری نے کہا ان میں سے کوئی حدیث مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ میں نے اپنی تمام کتابوں کو تین دفعہ تصنیف کیا ہے۔ وراق نے کہا ہے کہ ایک دن میں نے بخاری سے کہا کہ آپ کے پاس کوئی دعائے حفظ بھی ہے؟ کہنے لگے لا اعلم پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے آدمی کا علم پر حریص ہوتا اور اس میں دائمی نظر اس سے حفظ کے لیے کوئی انفع نہیں۔ بخاری کہتے ہیں ایک دن میں نے انس کے شاگردوں کو شمار کرنا چاہا تو اسی وقت تین سو ان کے شاگرد میرے ذہن میں آ گئے اور فرماتے ہیں کہ کسی شیخ کے پاس میں حصول علم کے لیے نہیں پہنچا مگر اس شیخ کی بہ نسبت جو میں نے اس سے نفع حاصل کیا ہے اس سے زائد اس نے مجھ سے نفع حاصل کیا۔ وسعت علمی کا یہ مقام ہے کہ وکیع اپنی کتاب الھبہ میں صرف دو مسند یا تین مسند روایات ذکر کی ہیں اور عبداللہ بن مبارک نے اپنی کتاب الھبہ میں پانچ کے قریب احادیث مسند ذکر کی ہیں، لیکن بخاری نے اپنی کتاب الھبہ میں پانچ سو احادیث مسند ذکر کی ہیں اور فرماتے ہیں میں نے حدیث کے لیے اس وقت مجلس قائم کی ہے جب میں نے سقیم حدیث سے صحیح کی تمیز کر لی ہے۔

تاریخ دعوت وعزیمت

شیخ الاسلام عزّالدین بن عبدالسلامؒ

ایک عظیم المرتبت دینی شخصیت

عظیم اسلاف ہمارے لیے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ زندہ قومیں زندہ و تابندہ رہتے عظیم اسلاف کے عظیم تابندہ کردار کو مشعل راہ ٹھہرا کر زندگانی کی گزرگاہوں سے گذرتی رہتی ہیں۔ عظمت اسلام کے لیے شب و روز مصروف رکھتی ہیں۔ ہمارے عظیم اسلاف کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی سربلندی اسلام کی عظمت، علوم و معارف کی نشر و اشاعت۔ کتاب و سنت کی تبلیغ، دین حقہ کے فروغ، دینی اقدار، دینی اخلاق کی حفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف رہا۔ زہد و ورع، تقویٰ و تدین، خلوص للّٰہیت۔ راست بازی و صداقت شعاری، خشیت الٰہی اور شب زندہ داری، ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں انہماک۔ ہمارے عظیم اسلاف کے عظیم اوصاف ہیں۔ حق گوئی، بیباکی اور ظلم کے خلاف جرأت و استقامت اسلاف کا خصوصی امتیاز تھا۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں ہمارے عظیم اسلاف کی زندگانی کا ایک ایک لمحہ مادیت زدہ مسلم نوجوانوں کے لیے رشد و ہدایت کے منبع و سرچشمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم نے انہی مقاصد کے پیش نظر ترجمان الحدیث میں تاریخ دعوت و عزیمت کے عنوان سے ایک مستقل عنوان کا آغاز کر دیا ہے۔ ترجمان الحدیث کے جنوری کے شمارہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے حالات، واقعات، سیرت و اعمال، گفتار و کردار اور دعوت و عزیمت کے لمحات آپ مطالعہ فرما چکے ہیں۔ ترجمان کے حالیہ شمارہ میں اسی عنوان سے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کے عنوان سے ایک تاریخی اور دینی کردار اور ایک عظیم علمی شاہ پارہ پیش خدمت ہے جسے متعدد کتابیں پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ مستقل عنوان جاری رکھا جائے گا۔

اصحاب علم ارباب قلم اور اہل تحقیق کو اس عنوان سے لکھنے کی ہم دعوت سخن دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ ان کے رشحات قلم شکریے کے ساتھ نذر قارئین کیے جائیں گے۔ **ادارہ**

ارے نادان

میں تو اس بات کا روادار نہیں کہ بادشاہ میرے ہاتھ کو بوسہ دے چہ جائیکہ میں اس کی دست بوسی کروں۔ لوگو! تم کسی اور عالم میں ہو میں کسی اور عالم میں ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس سے آزاد ہوں جس میں تم گرفتار ہو۔"

یہ تھے وہ الفاظ جو ایک قیدی نے سلطانِ وقت کے بھیجے ہوئے قاصد سے کہے۔ یہ قاصد نہایت معزز و محترم اور مقرب بارگاہِ سلطانی تھا۔ سلطان نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ قیدی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا زر و مال پیش کر کے منت و خوشامد اور لجاجت سے اس کو اس بات پر آمادہ کرے۔ کہ وہ سابقہ رنجشوں کو بھلا دے۔ قاصد نے قیدی کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔ آخر میں قاصد نے قیدی سے درخواست کی کہ وہ ذرا سلطان سے نیازمندی کے ساتھ مل لے۔ اور اس کی دست بوسی کرے تو معاملہ رفع دفع ہو جائے گا اور وہ اپنے سابقہ منصب جلیلہ پر فائز کر دیا جائے گا۔

یہ قیدی جو اپنی بے باکی، بے خوفی اور حق گوئی کی بنا پر اپنے خدا کی راہ میں قید و بند کی مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کر رہا تھا۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام تھے جن کی علمی وجاہت اور عظمت یگانۂ روزگار تھی۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام ۵۷۸ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اسی شہر کے نامور اساتذہ اور مشاہیر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ اور مربیین میں فخرالدین بن عساکر علامہ سیف الدین اور حافظ ابو محمد القاسم بن عساکر جیسے متبحر اور نابغۂ روزگار اہلِ علم کے نام شامل ہیں ابن سبکی اور علامہ سیوطی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے ظاہری علوم و کمالات حاصل کرنے کے بعد باطنی دولت سے مالا مال ہونے کے لیئے امامِ طریقت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی استفادہ کیا۔ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ ان کی ذات میں ایمان و یقین، اللہ پر بھروسہ، بے خوفی و شجاعت اور دنیا اور اربابِ دنیا کی بے وقعتی جیسے اوصاف اور کیفیات بڑی فراوانی سے جمع ہو گئی تھیں۔ جن کا ظہور ان کی پوری مجاہدانہ زندگی میں ہوتا رہا۔ شیخ عزالدین ۶۳۹ھ تک دمشق میں رہے۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جامع اموی میں امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ شیخ شہاب الدین ابو شامہ کے بیان کے مطابق شیخ عزالدین نے خرافات و بدعات کے ازالے اور تردید میں اپنی پوری قوت صرف کی نتیجے میں ان بدعات کا زور ختم ہوا جو اس زمانے میں رواج پا گئیں تھیں۔

آپ کی شخصیت اس وقت شام کی سب سے بڑی شخصیت تھی۔ آپ بڑے وجیہہ، بارعب باوقار اور خود دار تھے سلاطین وقت بھی ان کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ ان کی خودداری اور استغنا کا یہ عالم تھا۔ کہ کبھی کسی بادشاہ نے اپنے ہاں بلانے پہ اصرار کیا تو تشریف لے گئے۔ اور اسے ایسے مشورے اور نصیحتیں کیں جس میں اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور بہبود کا مخلصانہ جذبہ کارفرما ہوتا تھا

اس وقت کے شام کے فرمانروا الملک الکامل نے دمشق کا عہدۂ قضا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے کڑی شرائط کے ساتھ قبول کر لیا۔ اسی عرصے میں ایک مرتبہ آپ الملک الکامل کی طرف سے سفیر بن کر دربار خلافت بغداد بھی گئے

شیخ موصوف ۶۳۹ھ میں مصر تشریف لے گئے۔ اس وقت مصر پر سلطان الملک الصالح نجم الدین کی حکومت تھی۔ سلطان نے شیخ کی بڑی قدر و منزلت کی آپ کو جامع عمرو بن العاص کا خطیب بنایا۔ اور عہدہ قضاء پر مامور کیا اور ساتھ ہی ویران مسجدوں کی آبادی کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔ جب سلطان کے حکم سے مدرسہ صالحیہ تعمیر ہوا تو مذہب شافعی کی تعلیم بھی آپ کی ذمہ داری قرار پائی۔ آپ نے پوری توجہ اور لگن سے تعلیم اور اشاعت علوم کا فریضہ انجام دیا۔ جس سے خلق خدا نے بڑا فیض حاصل کیا۔

بے خوفی و بے باکی

اللہ کی محبت اور دین کی حمیت نے آپ میں بے باکی اور بے خوفی کے ساتھ حق گوئی کی ایسی جرأت اور ہمت پیدا کر دی تھی کہ آپ اظہار حق کے سلسلے میں کسی خوف اور خطرے کو دل میں ذرا جگہ نہ دیتے تھے اور خدا کی رضا کے مقابلے میں کسی کی ناپسندیدگی بالکل خاطر میں نہ لاتے تھے، ناراض ہونے والا خواہ کتنی ہی جاہ و حشمت اور رعب و دبدبہ کا مالک کیوں نہ ہو، شیخ عز الدین کی پوری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ آپ نے سلطان وقت کے سامنے پوری جرأت اور بے باکی سے حق بات کہی اور اس امر کی قطعی پرواہ نہ کی کہ اگر حاکم وقت ناراض ہو گیا تو کیا نتیجہ نکلے گا۔

سلطان الملک الاشرف فرمانروائے شام کو شیخ عز الدین سے کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی اور وہ عرصے تک آپ سے ناراض رہا تھا۔ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے عہدے دار کو شیخ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور آپ عیادت کے لیے تشریف لائیں اور اپنی بابرکت دعاؤں، سود مند نصیحتوں سے نوازیں۔ شیخ عز الدین عیادت کو افضل عبادت قرار دیتے ہوئے الملک الاشرف کی بیمار پرسی کے لیے اس کے پاس تشریف

لے گئے۔ سلطان آپ کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا۔ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد سابقہ ناراضگی کی معافی طلب کر کے نصیحت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا کہ سلطان کی آمادگی اور تقاضے کی وجہ سے نصیحت تو اب فرض ہو گئی ہے اس لیے نصیحت کے انداز میں شیخ نے کہا۔ "اے سلطان! آپ کی فتوحات اور دشمن پر غلبے کی ہر طرف دھوم ہے مگر حالت یہ ہے کہ تاتاری اسلامی ممالک میں بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور ان کو ایسا کرنے کی جرأت اس لیے ہوئی ہے کہ آپ کو اس وقت اسلام کے دشمنوں اور مسلمانوں کے حریفوں سے مقابلہ اور جنگ کرنے کی فرصت نہیں۔ اس وقت آپ کی فوجوں کا رُخ الملک الکامل والیٔ مصر کی طرف ہے جو آپ کا بڑا بھائی ہے اور قریبی رشتے دار ہے۔ آپ اپنا رُخ اپنے بھائی کی طرف سے ہٹا کر اسلام کے دشمنوں کی طرف لیں اور اللہ کے دین کی مدد اور سربلندی کی نیت کر لیں۔ اگر آپ کو صحت ہو گی تو ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کفار پر غلبہ دے گا اور آپ کے نامۂ اعمال میں یہ سعادت لکھی جائے گی۔ اگر خدا کو کچھ اور منظور ہوا تو آپ اپنی نیت کی برکت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

سلطان الملک الاشرف نے آپ کی مخلصانہ نصیحت بڑی خوش دلی سے قبول کر لی۔ اور اسی وقت حکم دیا کہ فوج کا رُخ مصر کے بجائے تاتاریوں کی طرف کر دیا جائے، چنانچہ اس حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ سلطان کا ارادہ اب تاتاریوں سے مقابلہ کرنے کا ہے۔ الملک الاشرف نے مزید نصیحت کی فرمائش کی تو شیخ نے فرمایا کہ آپ تو اس وقت بیماری کی حالت میں ہیں لیکن آپ کے نائبین اور حکومت کے اہل کار رنگ رلیوں میں مشغول ہیں۔ شراب کے دور چل رہے ہیں اور پوری بے خوفی سے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ مسلمانوں پر نئے نئے ٹیکس اور محاصل عائد کیے جا رہے ہیں۔ اے سلطان! آپ یہ تمام گندگیاں دور کر دیں۔ نئے ٹیکس اور ظالمانہ کارروائیاں ختم کر دیں۔ خدا کے حضور پیش کرنے کے لیے آپ کے پاس یہ سب سے افضل عمل ہو گا۔ الملک الاشرف نے ان سب چیزوں کی ممانعت کے احکام جاری کر دیے۔ اور ان خیرخواہانہ نصائح پر شیخ کو دعائیں دیں۔

الملک الاشرف کے جانشین ملک صالح اسمٰعیل نے والیٔ مصر الملک الصالح نجم الدین ایوب کے خلاف فرنگیوں سے مدد طلب کی اور اس کے معاوضے میں صیدا اور ثقیف کے شہر اور کچھ قلعے ان کے حوالے کر دیے۔ اس اقدام نے فرنگیوں میں اتنی جرأت پیدا کر دی تھی کہ وہ دمشق میں آ کر ہتھیار خریدتے۔ شیخ عزّ الدین کو اصل صورتِ حال سے سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے فتویٰ دیا کہ فرنگیوں کو اسلحہ فروخت کرنا حرام ہے۔

بادشاہ کی اس بے غیرتی اور اسلام کی اس بے بسی کا آپ کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر تھا۔ آپ نے جمعہ کے خطبہ میں بادشاہ کے لیے دعا ترک کر دی۔ خطبہ کے بعد آپ بڑے جوش و خروش سے دعا کرتے کہ خدایا! اسلام اور اس کے داعیوں اور حامیوں کی مدد فرما اور دین کے دشمنوں اور ملحدوں کو ذلت و خواری نصیب کر۔ تمام مسلمان بڑی رقت اور خشوع و خضوع سے آمین کہتے۔ سلطان کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ کی گرفتاری کے احکام صادر ہو گئے اور اس طرح شیخ ایک عرصے تک قید و بند کے مصائب جھیلتے رہے۔

مصر کے قیام کے دوران میں جب آپ قضا اور مہتمم مساجد کے مناصب پر فائز تھے۔ تو ایک مرتبہ فخر الدین عثمان نے ایک مسجد کی چھت پر طبل خانے کی عمارت بنوائی اور وہاں طبل و نقارہ بجنے لگا۔ فخر الدین اس وقت قصر شاہی کا مہتمم اور عملی طور پر مصر کی سلطنت کا ناظم اعلیٰ تھا۔ جب شیخ کو اس واقعے کی حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے فخر الدین کے اعلیٰ منصب اور اس کے سیاسی اثر و نفوذ کی پرواہ کیے بغیر اس طبل خانے کی عمارت گرا دینے کا حکم جاری کر دیا۔ اس پر عمل ہوا اور ساتھ ہی فخر الدین کو ایسا شخص قرار دے دیا جس کی شہادت ناقابل اعتبار ہے۔

حق کے لیے شیخ کی جرأت و بے باکی کا اندازہ اس واقعے سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ عید کا دن تھا قلعے میں دربار شاہی لگا ہوا تھا۔ بادشاہ پوری آن بان سے تخت حکومت پر جلوہ افروز تھا مسلح فوج کے دستے دو رویہ کھڑے تھے۔ وزراء اور امرا باری باری حاضر ہوتے اور زمین بوس ہو کر آداب و تسلیمات بجا لاتے۔ اس بھرے دربار میں دفعتہً شیخ نے بادشاہ کو اس کا نام لے کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایوب! خدا کو تم کیا جواب دو گے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تمہیں مصر کی سلطنت اس لیے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟ شاہ نے کہا۔ کیا یہ واقعہ ہے؟ شیخ نے بلند آواز سے کہا کہ فلاں مے خانے میں آزادی سے شراب فروخت ہو رہی ہے اور دوسرے ناقابل بیان گناہ ہو رہے ہیں لیکن تم یہاں بیٹھے عیش و عشرت میں مصروف ہو۔

بادشاہ نے کہا: جناب والا! اس میں میرا کوئی دخل نہیں، یہ میرے والد کے زمانے سے ہو رہا ہے اس پر شیخ نے فرمایا: کیا تم بھی ان لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہو، جن کا جواب ہوتا ہے کہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔"

یہ بے باکانہ اور جرأت مندانہ تنقید سن کر بادشاہ نے مے خانہ بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

مال و منال سے بے نیازی سلاطین اور اراکین سلطنت پر آپ کی بے لاگ تنقید اور ان کا بیباکانہ

احتساب کسی دنیاوی اور مادی فوائد کے حصول کی خاطر نہیں تھا اس کے پیچھے صرف ان کی خیر خواہی اور اصلاح کا جذبہ کارفرما رہتا، دنیا اور متاعِ دنیا کی آپ کے نزدیک ذرہ برابر وقعت نہ تھی۔ قدرت نے بڑی فیاضی سے انھیں سیر چشمی اور استغناء کی نعمت ودیعت فرمائی تھی۔ دمشق میں جب آپ الملک الاشرف کی دعوت پر اس کو عیادت کے لیے لے گئے اور اس کی فرمائش پر آپ نے انھیں دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچانے والی نصیحتیں کیں تو رخصت کے وقت سلطان نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار مصری دینار پیش کیے۔ آپ نے انھیں قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ملاقات صرف اللہ کے لیے تھی۔ میں اس میں دنیا کی کوئی آمیزش نہیں کرنا چاہتا۔

مصر میں دورانِ قیام جب آپ نے فخر الدین عثمان کے مسجد کی چھت پر بنوائے ہوئے طبل خانے کو مسمار کر کے اور اس کو ساقط الشہادت قرار دینے کا فرمان جاری کیا تو ساتھ ہی قضا کے عہدے سے استعفیٰ بھی پیش کر دیا۔ آپ کے جرأت مندانہ اقدام سے سلطان کی نگاہ میں آپ کی عزت اور وقعت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

دمشق میں ایک سال بڑی گرانی کا آیا۔ باغات کی قیمتیں گر گئیں اور وہ بہت سستے بکنے لگے۔ شیخ کی اہلیہ نے آپ کو اپنا ایک طلائی زیور دیا کہ اسے فروخت کر کے گرمیاں گزارنے کے لیے ایک باغ خرید لیں۔ آپ نے زیور کی تمام قیمت غریبوں، مسکینوں، حاجتمندوں اور ناداروں میں تقسیم کر دی اہلیہ نے پوچھا آپ نے باغ خرید لیا۔ فرمایا: ہاں جنت میں۔ میں نے دیکھا لوگ بڑی تکلیف میں ہیں تو میں نے مصیبت زدہ لوگوں پر خرچ کر دی۔ یہ سن کر بیوی نے کہا: "اللہ آپ کو جزا دے"۔

مستجاب الدعوات

اللہ کے جو بندے اپنی خواہشات اپنے رب کی رضا کے تابع کر لیتے ہیں حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لیے ہر قسم کا ایثار اور قربانی پیش کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں انھیں محبوبیت اور تقرب کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ بندگانِ خدا ان کی نیک دعاؤں کی برکت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام اپنے زہد و تقویٰ، تعلق باللہ اور خدمتِ خلق کی بنا پر اس بلند روحانی مقام پر فائز تھے عوام و خاص اور امراء اور سلاطین آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے معترف تھے۔ آپ سے دعا کے لیے درخواستیں کرتے اور آپ کی نیک دعاؤں سے دلی سکون حاصل کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں فرنگیوں کی ریشہ دوانیاں جاری تھیں۔ ایک مرتبہ فرنگی فوجیں منصورہ تک پہنچ گئیں اور مسلمانوں پر انھوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ شیخ بھی جہاد میں شریک تھے۔ ابن سبکی کی روایت کے مطابق شیخ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ ہوا کا رُخ بدل گیا۔ فرنگیوں کے جہاز

ٹوٹ گئے اور اکثر فرنگی غرق ہو کر تباہ ہو گئے۔ جب سلطان صالح اسمٰعیل والیٔ دمشق نے فرنگیوں سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے اور انھیں خوش کرنے کے لیے کچھ شہر اور قلعے بھی ان کے حوالے کر دیے تو شیخ نے سلطان کے اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور برسرِ منبر بڑے خشوع و خضوع سے دین کے حامیوں کے لیے نصرت کی دعا مانگی۔ سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ سلطان نے شیخ کو گرفتار کر کے اپنے برابر والے خیمے میں قید کر دیا۔

سلطان صالح اسماعیل، سلطان الملک المنصور والیٔ حمص اور فرنگی سلاطین اپنی فوجیں لے کر الملک الصالح والیٔ مصر کے خلاف جنگ کے ارادے سے بیت المقدس پہنچے۔ شیخ بھی قیدی کی حیثیت سے ہمراہ تھے۔ مصری فوجیں آئیں۔ سلطان صالح اسمٰعیل والیٔ دمشق کو شکست فاش ہوئی۔ فرنگی فوجیں قتل و غارت ہوئیں۔ اور شیخ سلامتی سے مصر روانہ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔

عوام کے اندر مقبولیت

شیخ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ بڑے فیاض اور کریم النفس اور مخیر تھے۔ انہی اعلیٰ اوصاف کی بدولت قدرت کی طرف سے آپ کی ذات پر جو خصوصی انعامات اور نوازشات ہوتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ آپ کی عزت و محبت اور آپ کا وقار و احترام لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں جگہ کر گیا تھا۔ اسی لیئے آپ کی ذات ستودہ صفات مرجع خلائق تھی۔ لوگ آپ کی سیرت و کردار اور آپ کے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کے اتنے گرویدہ تھے۔ کہ وہ آپ کو اپنا مسلمہ دینی رہنما اور قائد تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس زمانے کے سلاطین بھی آپ کی تنقید اور حق گوئی برداشت کرنے پر مجبور تھے۔

آپ کو الملک الاشرف کے جانشین صالح اسمٰعیل کی سیاسی پالیسیوں سے سخت اختلاف تھا۔ آپ نے اس کے اسلام اور مسلمانوں کو زِک پہنچانے والے طرزِ عمل کی برسرِ عام مذمت کی۔ سلطان کو شیخ کی مخالفت گوارا نہ تھی۔ اس نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ اور معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی مگر شیخ اپنے حق و صداقت پر مبنی مؤقف پر ڈٹے رہے۔ آخر کار گرفتار ہوئے۔ سلطان نے شیخ کو اپنے قریبی خیمے میں رکھا۔ رات کو آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ اور سلطان اپنے خیمے کے اندر سنتا رہتا۔ ایک رات سلطان نے اپنے حلیف فرنگی سرداروں سے کہا۔ قرآن مجید کی تلاوت کی جو آواز تم سن رہے ہو وہ مسلمانوں کے سب سے بڑے پادری کی ہے۔ وہ تمھاری وجہ سے مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے جو شہر اور قلعے تمھارے حوالے کیئے ہیں۔ وہ اس پر معترض ہے۔ اسی لیئے میں نے اسے قید کر دیا ہے"۔ فرنگی سرداروں نے کہا اس پایہ کا پادری ہمارے ملک میں ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھو کر پیتے۔

اس واقعے سے جہاں ظاہر ہے۔ کہ سلطان صالح اسمعیل آپ سے اختلاف کے باوجود آپ کی علمی وجاہت اور علمی عظمت کا معترف تھا۔ وہاں فرنگی سرداروں کے دل بھی آپ کی پُرسوز تلاوت کی سحر آفرینی سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکے۔

مصر میں شیخ کی زندگی کا سب کا اہم اور حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ آپ نے امرائے سلطنت کا نیلام کیا۔ جو شیخ کے نزدیک مسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت تھے۔ اور جو ابھی تک شرعی طور پر آزاد نہیں ہوتے تھے۔

شیخ نے فتویٰ دیا کہ جب تک اُمرا شرعی طریقے پر آزاد نہ ہوں۔ یہ غلاموں کے حکم میں ہیں ان کے معاملات شرع کی رو سے درست نہیں۔ آپ کے فتویٰ کا عوام پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے ان سے معاملہ کرنے میں احتیاط برتنا شروع کر دی۔

یہ اُمرائے سلطنت نسلاً ترک تھے۔ اور مصر کی سلطنت کے نظم ونسق میں ان کا بڑا عمل دخل تھا۔ اور ان میں سے ایک نائب السلطنت بھی تھا۔

شیخ کے فتوے سے ان کے حلقے میں کہرام مچ گیا۔ اور انہوں نے شیخ سے دریافت کیا آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم ایک مجلس میں تم سب کو بیت المال کی طرف سے نیلام کریں گے اور باقاعدہ تمہیں آزادی کا پروانہ دیں گے۔ اُمرا نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر انہوں نے سلطان کی خدمت میں عرض کی۔ شیخ ہمیں برسر بازار نیلام کر کے ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان الملک الصالح نے شیخ کو اپنے پاس بلایا۔ اور امرائے سلطنت کے مسئلے پر اپنا فتویٰ واپس لینے پر زور دیا۔ مگر شیخ نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ دوران گفتگو سلطان کی زبان سے کچھ ایسے کلمات نکل گئے۔ جو آپ کے شایان شان نہ تھے۔

شیخ نے ناراض ہو کر مصر چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ گھر تشریف لائے۔ سامان اور اہل خانہ کو ساتھ لے کر قاہرہ سے نکل پڑے۔ جب شہروں والوں کو شیخ کی روانگی کا علم ہوا۔ تو ان میں کہرام مچ گیا اور قاہرہ شہر کی مسلمان آبادی کا بیشتر حصہ آپ کے پیچھے ہو لیا۔ جن میں اہلِ علم، تجارت پیشہ اور صلحا بھی شامل تھے۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی۔ تو کسی نے اس سے کہا کہ شیخ عزالدین چلے گئے۔ تو کیا تمہاری سلطنت باقی رہے گی؟ سلطان خود سوار ہو کر شیخ کے پاس پہنچا اور انہیں منا کر واپس لایا۔ طے یہ ہوا کہ اُمرائے سلطنت کا نیلام شیخ خود کریں گے۔

رعب و دبدبہ

جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ اپنے اس بندے کی شخصیت میں رعب و دبدبہ اور جلال و وقار کی ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے دشمنوں کو اس کے مدِ مقابل آنے کی کم ہی جرأت ہوتی ہے۔ سامنے تو درکنار پیٹھ پیچھے بھی ان کے دل اس مردِ حق کی ہیبت سے دہلے رہتے ہیں۔

شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اپنی پوری زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے وقف کر دی تھی قدرت نے اپنی غیبی تائید سے ان کی ذات کو نہایت ہی باوقار اور پُر رعب بنا دیا تھا۔

نائب السلطنت کو جب معلوم ہوا کہ سلطان بھی شیخ کا ہمنوا ہو گیا ہے۔ اب ہمارا نیلام عام ہو گا۔ تو وہ غصّے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ شیخ کی کیا مجال کہ وہ ہمیں نیلام کرے۔ ہم حاکم ہیں۔ اور صاحبِ اقتدار ہیں۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنی تلوار سے شیخ کا سر قلم کر دوں گا۔ نائب السلطنت ہاتھ میں ننگی تلوار لیئے اپنے فوجی دستے کے ساتھ شیخ کے گھر پہنچا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ کا بیٹا باہر آیا اور نائب السلطنت کو اس حالت میں دیکھ کر گھبرایا اور اندر جا کر باپ سے صورتِ حال بیان کی شیخ نے بڑی بے پروائی سے کہا "بیٹا! تیرے باپ کی قسمت میں کہاں کہ وہ خدا کے راستے میں شہید کیا جاتا۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لائے۔ شیخ کو دیکھتے ہی نائب السلطنت پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اور رو کر آپ سے دعا کے لیئے درخواست کی۔ اور کہا کہ آقا آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا! کہ "میں سب کو نیلام کروں گا اور فروخت کروں گا" اس نے پوچھا ہماری قیمت کس مد میں خرچ کریں گے۔ آپ نے فرمایا "مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کے کاموں پر۔ پھر نائبِ سلطنت نے دریافت کیا۔ کہ رقم کون وصول کرے گا؟ آپ نے فرمایا میں خود وصول کروں گا۔

اُس نے کہا "بہت اچھا۔"

چنانچہ شیخ نے ایک ایک کر کے سب امرآ کو بذریعہ نیلام فروخت کیا۔ شیخ ان کے اعزاز کے پیشِ نظر ان کے دام بہت لگائے۔ اور بہت بولی پر ان کو فروخت کیا۔ اور قیمت وصول کر کے خیر کے کاموں میں صرف کی اور وہ آزاد ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔

طبقاتِ شافیعۃ الکبرٰی کے مصنف فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ کسی اور کے سننے میں نہیں آیا ایک عالم کی عظمت وہیبت اور اس کے رعب و دبدبہ کی انتہائی مثال ہے۔

شیخ کے زمانے میں تاتاریوں نے اسلامی ممالک پر یورشوں اور حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا

تاتاریوں سے مسلمانوں کی خوفزدگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ انہی دنوں تاتاریوں نے مصر کا رخ کیا ان کی آمد کی خبر نے پورے ملک میں خوف و سراسیمگی اور اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑا دی اس پریشانی کو یہ بات اور گہری گناہ بڑھا رہی تھی۔ کہ سلطانِ مصر اور اہلِ مصر میں تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کی جرآت تھی نہ سکت۔

ان اندوہناک حالات میں شیخ عزالدین بن عبد السلام نے میدان میں آکر پُرعزم مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر نکلو میں تمھیں فتح کی ضمانت دیتا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ جنگی مصارف کے لیئے میرے خزانہ میں روپیہ کم ہے۔ میں سوداگروں اور تاجروں سے قرض لینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے پوری جرآت سے کہا قرض لینے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے آپ اپنے محل کے جواہرات اور بیگمات کے زیورات پیش کریں۔ پھر ارکانِ سلطنت کی بیگمات کے زیورات لائے جائیں۔ ان کے سکے ڈھلوا کر لشکر میں تقسیم کیئے جائیں۔ پھر اگر ضرورت ہوئی تو قرض لیا جا سکتا ہے۔ شیخ کی ہیبت و سطوت کا یہ عالم تھا۔ کہ سب نے اپنی بیگمات کے زیورات اور قیمتی جواہرات بلا چون و چرا ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ ان سے جہاد کے اخراجات پورے ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

دربارِ خلافت بغداد میں آپ کا مقام

الملک الصالح والیِ مصر نے بارگاہِ خلافت میں ایک سفارت بھیجی۔ جب سفیر کو باریابی کا موقع ملا۔ اور اس نے سلطانِ مصر کا پیغام خلیفہ کو پہنچایا تو خلیفہ نے دریافت فرمایا۔ کہ پیغام تم نے سلطان کی زبان سے براہِ راست سنا ہے۔ یا کسی واسطہ سے سفیر نے عرض کیا کہ یہ پیغام میں نے مہتمم قصرِ شاہی فخرالدین کی زبان سے سنا ہے خلیفہ نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ فخرالدین قابلِ اعتماد شخص نہیں کیونکہ شیخ عزالدین نے اسے ساقط الشہادۃ قرار دیا ہے چنانچہ سفارت واپس آئی اور سلطان کی زبان سے براہِ راست سُن کر دوبارہ دربارِ خلافت میں پہنچا۔

شیخ کے نزدیک علماء کے فرائض

شیخ کے نزدیک علمائے حق اللہ کی جماعت ہیں۔ اور اس کے دین کے لشکر اور مددگار ہیں۔ اس لیئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، بدعات اور گمراہیوں کی علانیہ مخالفت ان کا فریضہ ہے۔ اس سلسلے میں انہیں ہر طرح کے خطرات و شدائد برداشت کرنے چاہیں۔ علم اور زبان ان کے ہتھیار ہیں۔ جیسے بادشاہ کے ہتھیار تلوار اور انسان ہیں۔ جس طرح بادشاہ کے لیئے اپنے ہتھیاروں کو نیام میں